صائمہ بی بی
پی ایچ ڈی اسکالر
شعبۂ اردو، گورنمنٹ کالج یونی ورسٹی، فیصل آباد
ڈاکٹر سعید احمد
ایسوسی ایٹ پروفیسر
شعبۂ اردو، گورنمنٹ کالج یونی ورسٹی، فیصل آباد

جاں نثار اختر کی شاعری میں اصطلاحاتِ موسیقی

ABSTRACT

"The terminologies of music in Jan Nisar Akhtar's Poetry."
By Saima Bibi, PhD scholar, Department of Urdu, Govt. College University, Faisalabad.
By Dr. Saeed Ahmad, Associate Professor, Department of Urdu, Govt. College University, Faisalabad.

Jan Nisar Akhter is a renowned poet. A beautiful assimilation of conservativeness and innovation can be seen in his poetry. Through his power of descriptive and imagist poetry, he enlivens the mind of reader. His poetry seems to be a model of art. Due to his adherence with progressive movement, he faced many afflictions but he never neglected his theories. He was a great poet and a dignified person. He shared a strong bond with the realm of film. His poetry consists of various dimensions. We shall take a thorough overview of the musical terms used by him in his poetry by giving a glimpse of his art of poetry in the given subject.

key words:Jan Nisar Akhter,poet,art,progressive movement,film,musical terms

ترقی پسند تحریک کے صف اول کے شاعروں میں ایک اہم نام ''جان نثار اختر'' کا ہے۔انھوں نے کئی اصناف میں طبع آزمائی کی اور اپنی تخلیقی صلاحیتوں کی بدولت اردو شعرا میں اپنا منفرد مقام بنایا۔آپ ایک ممتاز ادبی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ ابتدائی تربیت گھر سے حاصل کی پھر علی گڑھ میں جا مقیم ہو۔ یہاں رشید احمد صدیقی جیسے استاد سے کسبِ فیض کا بھرپور موقع ملا، جس سے ان کی ادبی زندگی میں بہت نکھار آیا۔تعلیم سے فراغت کے بعد ملازمت کے سلسلے میں بھی علی گڑھ

رہے۔ یہاں ترقی پسند تحریک سے وابستہ کئی نابغہ روزگار ہستیوں سے تعارف ہوا۔علی گڑھ کی فضا آپ کی ادبی، شعری اور تخلیقی صلاحیت کے لیے نہایت ثمر آور رہی۔ جامعہ کی تہذیبی فضا، روایتوں اور ترقی پسند احباب کی صحبت نے ان کی شخصیت کو بہت متاثر کیا اور اس کا واضح اثر ان کی شاعری میں نظر آتا ہے۔ ڈاکٹر کشور سلطانہ ان کے احباب اور ان کی صحبت کی اثر پذیری کے حوالے سے یوں رقمطراز ہیں:

> ''ترقی پسند دوستوں کی صحبتوں اور اشتراکی لٹریچر کے مطالعہ نے ان کو اشتراکیت پر باقاعدہ ایمان لانے کے لیے مجبور کر دیا۔ انجمن حدیقۃ الشعرا کے مشاعرے، علی گڑھ میگزین کی ادارت اور مجاز، اختر حسین رائے پوری، سبط حسن، عصمت چغتائی، حیات اللہ انصاری، آل احمد سرور، جذبی، سردار جعفری، سعادت حسن منٹو وغیرہ جیسے ہونہار اور ذہین ادبا اور شعرا کی صحبتوں نے انھیں زندگی اور شاعری کی راہیں متعین کرنے میں مدد دی۔۔۔''(۱)

جاں نثار اختر زمانہ طالب علمی ہی میں اپنی ادبی صلاحیت اور شاعرانہ اہمیت کو منوا چکے تھے اور اس کی واضح مثال علی گڑھ کالج کے میگزین کی تین برس کی ادارت کرنا ہے۔ اس میگزین کی ادارت ایک بڑا اعزاز تھا جو جان نثار اختر کو ان کے کئی سینئرز کی موجودگی میں دیا گیا، اس وقت کالج میں پوسٹ گریجویٹ کلاسز کے طالبعلم بھی تھے جبکہ اختر بی۔اے کر رہے تھے۔ ایسے میں یہ ذمے داری ان کو سونپے جانا بڑی اہم بات تھی تاہم انھوں نے اس فرض کو بہت اچھی طرح سے نبھایا اور خود کو پوری طرح اس کا اہل ثابت کیا۔

> ''ان کی ہر دلعزیزی میں ایک مشاعرے کا ذکر ناگزیر ہے جب جگر مرادآبادی کے کلام سنانے کے بعد مشاعرہ ختم ہوا تو نوجوانوں کے پر زور اصرار پر جاں نثار اختر نے ''گرلس کالج کی لاری'' سنائی اور خوب داد سمیٹی۔''(۲)

جانثار اختر نے اپنی زندگی میں کئی اتار چڑھاؤ دیکھے۔ترقی پسند تحریک کے سرگرم رکن ہونے کے باعث ملازمت سے ہاتھ دھونے پڑے کیوں کہ اس زمانے میں ''انجمن ترقی پسند مصنّفین'' کو کمیونسٹ پارٹی کا ادبی محاذ سمجھا جاتا ہے اور آپ اس انجمن کے صدر تھے۔اس پر آشوب زمانے میں آپ کا سب سے مخلص اور جانثار ساتھی آپ کی بیوی ''صفیہ'' تھی۔گو کہ وہ زیادہ عرصہ ساتھ نہ رہ سکے کیوں کہ شادی کے قریب نو سال بعد بوجہ علالت صفیہ کا انتقال ہو گیا تھا۔صفیہ کی زندگی میں وہ مختلف ملازمتوں پر فرائض نبھاتے رہے، فلمی دنیا سے بھی روابط بڑھے ''شاہین پکچرز'' میں بطور نغمہ نگار کام کیا بعد ازاں دیگر کمپنیوں کے ساتھ ان کا فلمی سفر جاری رہا۔

شاعری کی دولت اختر کو ورثے میں ملی ان کے والد مضطر خیرآبادی اردو کے ممتاز شاعروں میں سے ایک ہیں۔

اپنے والد محترم کی طرح ان کی شاعری میں رومانویت، رنگینی اور وارفتگی شدت سے نظر آتی ہے۔ جاں نثار اختر نے ابتدا میں شاعری کی اصلاح اپنے والد سے لی، اس کے بعد کسی اور کے سامنے زانوئے تلمذ تہ نہیں کیا۔ مبشر علی صدیقی ''اختر'' کی شاعری پر مضطر کے اثرات کے حوالے سے یوں رقمطراز ہیں:

> ''جاں نثار اختر نے مضطر کے اس ادبی ماحول میں آنکھ کھولی جہاں غزل گوئی کا چاروں طرف ذکر سنا۔ خود بھی اچھی خاصی غزل کہنے لگے، مضطر کی وارفتگی اور رنگینی ان کے کلام کا بھی خاصہ بن گئی۔۔۔۔''(۳)

انسان زندگی میں کئی نشیب و فراز دیکھتا ہے۔ اس کے جذبات اس کے حالات کے تابع ہوتے ہیں۔ جذبات کو اظہار کی ضرورت ہوتی ہے اور شاعری اس کام کو احسن طریقے سے پورا کرتی ہے کیوں کہ شاعری کی تعریف ہی ''جذبات کا اظہار'' ہے۔ بلند پایہ شاعری اپنے تخیل اور فکر سے عروج پاتی ہے؛ اپنے صوتی آہنگ سے نغمے بکھیرتی ہے اور اس کا نشاطیہ رنگ اپنے دل نشیں انداز سے دلوں کو موہ لیتا ہے۔ شاعری کسی بھی ہیئت میں ہو اگر اس میں تخیل کی بلندی، فکر کی گہرائی، جذبے کی صداقت اور نغمگی ہوگی تو وہی شاعری کہلانے کی حق دار ہوگی اور خوش قسمتی سے یہ سارے اوصاف اختر کے کلام میں نمایاں نظر آتے ہیں۔ شاعری وزن قافیے، ردیف کے حسن اور ملاپ سے ترنم پیدا کرتی ہے جو ایک خاص نغمگی اور غنائیت کو مربوط کر کے مدہوشی کی فضا پیدا کرتی ہے۔ دیگر شعرا کی طرح اختر کے کلام میں نغمگی، غنائیت اور ترنم کی فضا تو ملتی ہی ہے اس کے ساتھ ساتھ خصوصی طور پر فنِ موسیقی کی اصطلاحات بھی نظر آتی ہیں جو اس بات کی غماز ہیں کہ ان کو نہ صرف موسیقی سے لگاؤ تھا بلکہ اس کے رموز سے بھی قدرے شناسائی تھی ذیل میں ہم چند ایسی مثالیں پیش کریں گے جس میں اختر کی شاعری میں فنِ موسیقی سے رغبت کی ایک جھلک پیش کی جائے گی۔

> ''اختر کی رومانی شاعری روایتی تصوارات پر نہیں بلکہ ذاتی تجربات کی دین ہے۔ ان کی شاعری میں کئی معاشقوں اور محبوباؤں کا ذکر ملتا ہے تاہم ناہید اور انجم کا ذکر زیادہ ہے۔ کشور سلطانہ کے مطابق یہ نام تو فرضی ہو سکتے ہیں لیکن کردار فرضی نہیں ہیں۔''(۴)

جاں نثار اختر نے شاعری ورثے میں لی اور ورثے میں منتقل کی، ان کا بیٹا جاوید اختر ہندوستان کا ممتاز گیت نگار اور فلمی دنیا کا معروف نغمہ نگار اور شاعر ہے۔ اختر کی شاعری میں نغمہ، گیت، تال، ساز، راگنی، راگ اور مطرب جیسی موسیقی کی اصطلاحات جا بجا نظر آتی ہیں۔ آیئے ان پر ایک سرسری نظر ڈالتے ہیں۔

ا۔ گیت اور نغمہ

ان کی شاعری میں گیت اور نغمہ کی موسیقانہ اصطلاح کی تکرار تسلسل سے نظر آتی ہے۔ ''نذر بتاں'' میں اختر کے ہاں رومانوی جذبات کی شدت ہے اور لفظی تصاویر سے محبوب کو مجسم کر رہے ہیں، لفظ گویا کسی سنگ تراش کی طرح ایک پیکر

خوش رعنا کو تراشتے جا رہے ہیں۔ ذیل کی مثال ملاحظہ کریں:

دوست! کیا حسن کے مقابل میں عشق کی جیت سن سکے گی تو؟
دلِ نازک سے پہلے پوچھ تو لے کیا میرے گیت سن سکے گی تو؟(۵)

اور اگلے اشعار میں کہتے ہیں:

آج مدت کے بعد ہونٹوں پر ایک مبہم سا گیت آیا ہے
اس کو نغمہ تو کہہ نہیں سکتا یہ تو نغمے کا ایک سایہ ہے(۶)

موسیقی کی اصطلاح میں گیت سُروں کی ایک لہر ہے جس میں انسانی آواز شامل ہوتی ہے وہ انسانی آواز جو شاعری کے بول سُر اور تال کو ملحوظِ خاطر رکھ کر نکالی جاتی ہے گیت کہلاتی ہے، سر اور تال کا ردھم ایک غنائیت پیدا کرتا ہے اور سامع پر اس کا گہرا اثر ہوتا ہے گیت میں شاعری کے بول اپنے موضوع کی مناسبت سے اپنا اثر پیدا کریں گے گیتوں کی ایک خاص پہچان ہوتی ہے کہ اس کے کئی بول بار بار دہرائے جاتے ہیں۔ گیت کی کئی اقسام ہیں جو سُر، آواز، شاعری اور خطوں کی بنیاد پر جنم لیتی ہیں مثلاً لوک گیت، کلاسیکی گیت، پاپ گیت وغیرہ۔

گیت خوشی، غمی یا تہواروں پر گائی جانے والی شعری تخلیق ہوتے ہیں۔ اس کا مترادف ''نغمہ'' ہے نغمہ کی تعریف لغات میں یوں ملتی ہے:

> ''وہ آواز جو گلے یا کسی آلہ موسیقی سے باقاعدہ لے اور ترنم کے ساتھ نکلے، موسیقی کی بندش کی طرز پر گائے گئے الفاظ یا بول، موسیقی کے لیے ڈھالے ہوئے بول، گانا، ترانہ، تشبیہ، سرور۔۔۔ راگ یا دھن جس میں کوئی گیت یا ترانہ ترتیب دیا گیا ہو: سُر، تال اور موسیقی کے اوزان کا مجموعہ۔''(۷)

اختر اپنی شاعری میں گیت اور نغموں کا متواتر ذکر کرتے ہیں، کیوں کہ گیت ہی جذبات کی عکاسی میں سب سے معاون کردار ادا کرتے ہیں۔ مزید مثالیں ملاحظہ کریں:

''یاد ہے اب تک'' کا ایک شعر ہے:

پہلو میں مرے وہ تیرے نغموں کی بلندی
چھوتی ہوئی تاروں کی صدا یاد ہے اب تک(۸)

دور کوئی رات بھر گاتا رہا تیرا ملنا مجھ کو یاد آتا رہا
اس طرح کچھ اس نے چھیڑا دل کا ساز دیر تک ہر تار تھراتا رہا(۹)

۲۔ساز

شاعری قلبِ انسانی کو متاثر کرنے والی سب سے اہم چیز ہے شاعری میں جب آہنگ اور آلاتِ موسیقی کا استعمال کیا جاتا ہے تو نتائج میں بھی سو فیصد تبدیلی دیکھنے کو ملتی ہے۔ یوں تو شاعری خود میں اثر پذیری کی بے پناہ قوت رکھتی ہے مگر ساز اس کی قوت کو دوبالا کرتے ہیں۔ ساز اور آواز مل کر کسی کی بھی دلی کیفیت میں حیرت انگیز تبدیلی پیدا کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ آلاتِ موسیقی میں بہت سے ساز ایسے ہیں جن کے تاروں پر سر اور تال کے میل سے نغمے الاپے جاتے ہیں مثلاً رباب، وائلن، گٹار وغیرہ۔

''تلخ نوائی'' میں ایک نغمہ گو شاعر کا عزم اپنے عروج پر نظر آتا ہے۔

کیا ہوا توڑ دیا تو نے اگر ساز میرا
چھین سکتا نہیں مجھ سے مرے نغمے کوئی
ساز کا کیا ہے کہ بن ساز بھی گا سکتا ہوں
آج بھی ایک حسیں آگ لگا سکتا ہوں
کیا ہوا توڑ دیا جو تو نے اگر ساز مرا (۱۰)

''تجزیہ'' نظم کا ایک بند ملاحظہ ہو جس میں ساز کا ذکر ہے:

میں تجھے چاہتا نہیں لیکن
پھر رہ رہ کے مرے کانوں میں
گونجتی ہے تری حسیں آواز
جیسے نادیدہ کوئی بجتا ساز (۱۱)

''اداس شام'' میں ساز و آواز کا نہ ہونا غم کی شدت میں اضافے کا باعث بن رہا ہے۔ موسیقی کو موسیقی کے دلدادہ روح کی غذا کہتے ہیں۔ انسان کی پسندیدہ موسیقی کے اس کے غم کو غلط کرنے میں نہایت معاون ثابت ہوتی ہے اور اسی بات کی دلیل اس شعر میں بھی نظر آتی ہے:

نہ کوئی ساز ہے نہ کوئی جام
ہائے یہ شام اداس سی شام (۱۲)

شاعر تخلیق کار کی محنت اور کرب کا تذکرہ کرتا ہے کہ ہو تخلیق خونِ جگر مانگتی ہے۔ جب تک کلیجہ کٹ کر اشکوں میں نہ بہے کوئی فرہاد اور مجنوں نہیں بن سکتا۔ میرؔ ہو یا غالبؔ سب تخلیق کے کرب سے گزرتے ہیں۔ ایک اچھا شعر کہنا کسی طور بھی تخلیقِ انسان سے کم نہیں ہوتا۔ جس طرح ایک شاعر ریاضت سے اپنے شعر کو دلنشین بناتا ہے بالکل ایک نغمہ بھی جب ساز کی تاروں

سے ٹکراتا ہے تو زیادہ معنی خیزی اور اثر آفرینی پیدا کرتا ہے۔

شعر ملاحظہ ہو:

وہ میرؔ کی غزل ہو کہ غالبؔ کی شاعری
نغمے تمام سازِ رگ جاں سے آتے ہیں (۱۳)

خدائے سخن میر تقی میرؔ اس حقیقت کو بیان کرتے ہیں کہ شاعر بننا قطعاً آسان نہیں ہے بلکہ درد والم کے طوفان سہتے پڑتے ہیں تو شاعری ہوتی ہے:

مجھ کو شاعر نہ کہو میرؔ کہ صاحب میں نے
درد و غم کتنے کیے جمع تو دیوان ہوا (۱۴)

''سازِ وفا'' کا ایک شعر ملاحظہ ہو:

چھیڑا تھا کس نے قلب کی گہرائیوں میں ساز
تھی مری روح نغمہ سرا کس کے واسطے (۱۵)

''بھولا افسانہ'' میں ساز اور گیت کا ذکر یوں ہے:

جاں نثار اخترؔ صرف موسیقی کی اصطلاحات ہی کا نہیں بلکہ آلاتِ موسیقی کا بھی ذکر کرتے ہیں۔ان کی نظم ''محبت'' میں رباب اور ''موہوم افسانے میں'' بربط کا تذکرہ ہے۔

سکوں ہو فضاؤں میں یا اضطراب
محبت تو چھیڑے گی اپنا رباب (۱۷)

رباب آلاتِ موسیقی میں معروف ساز ہے یہ سارنگی کی طرز کا چوبی باجا ہوتا ہے جس کے نچلے حصے پر کھال منڈھی ہوتی ہے اور اسے لکڑی کے مضراب سے بجایا جاتا ہے اس کے مترادف الفاظ، بربط، تنبورا، سارنگی اور ستار ہیں یہ صوبہ سرحد کا علاقائی ساز ہے۔

نظم ''ایک خاتون سے'' میں اخترؔ کی عشق آمیز طبیعت موسیقانہ تعلّی کی طرف مائل ہے:

مگر میں زندگی بھر صرف ترے گیت گاؤں گا
اور ایسے گیت جو دنیا میں کوئی گا نہیں سکتا (۱۸)

''موہوم افسانے میں'' بربط کا ذکر کرتے ہے:

وہ افسانے جو راتیں چاند کے بربط پر گاتی ہیں
وہ افسانے جو صبحیں روح کے اندر جگاتی ہیں (۱۹)

''مزدور عورتیں'' اختر کی ترقی پسند خیالات کی ترجمان نظم ہے جہاں رومان اور انقلابی سوچ کی سرحدیں ملتی نظر آتی ہیں یہی امتزاج ''کونسا گیت سنو گی انجم'' میں بھی نظر آتا ہے۔

گلنار! دیکھتی ہے یہ مزدور عورتیں
محنت ہی ان کا ساز ہے محنت ہی ان کا راگ
تو اور شغل رامش و رقص و رباب و چنگ
کیا تیرے ساز میں بھی دہکتی ہے کوئی آگ (۲۰)

''کون سا گیت سنو گی انجم''

کوئی فطرت کا بہاریں نغمہ؟
چاند تاروں کا خماری نغمہ؟
یا شگوفوں کا نگاری نغمہ؟
کون سا گیت سنو گی انجم
یا محبت کا ترانہ کوئی
گنگناتا سا فسانہ کوئی
کیسے بنتا ہے نشانہ کوئی
کون سا گیت سنو گی انجم
یا بغاوت کا دہکتا ہوا راگ
قلب انساں میں دہکتی ہوئی آگ
پھر سے جاگے ہوئے مزدور کے بھاگ
کون سا گیت سنو گی انجم (۲۱)

ڈاکٹر اسلام عشرت اختر کی شاعری کی جدت کے حوالے سے یوں رقمطراز ہے:

''جاں نثار اختر کا شمار ترقی پسند شعرا میں ہوتا ہے جوش ملیح آبادی کے الفاظ میں وہ ''اردو شاعری کے اختر تابندہ ہیں''۔۔۔ان کے یہاں رومان بھی ہے اور حقیقت بھی۔۔۔ سماجی زندگی کا شعور بہت گہرا ہے اور شاعری کا کینوس بہت بڑا ہے انھوں نے جدید شاعری میں نت نئے گل بوٹے کھلائے ہیں با الفاظِ دیگر جدید اردو شاعری

میں نئی نئی چیزوں کا اضافہ کیا جو قابل قدر اور قابلِ داد ہیں۔''(۲۲)

''نوائے وقت'' میں اختر ایک نیا انداز اپناتے ہیں اور سب کچھ ترک کر کے وقت کی آواز پر لبیک کہتے ہیں مگر پر امید ہیں کہ کامیابی کے بعد پھر سے الفت کے حسین ترانے لبوں کی زینت بنیں گے۔

یہ دور ہے جنگی نغموں کا افلاک سے ٹکرا جانے کا
یہ وقت نہیں ہیں الفت کے رنگین ترانے گانے کا
یہ ساز بھی ہم چھیڑیں گے کبھی یہ گیت بھی ہم گائیں گے کبھی
اموات کے خونی سائے میں دہکی ہوئی تلواروں کی قسم
تو پوں سے گرجتے میداں میں شمشیر کی جھنکاروں کی قسم
نغمات سے گونجی محفل میں ہم جام بھی ٹکرائیں گے کبھی (۲۳)

۳۔مطرب،مطربہ

مطرب کا لفظ اختر کے کلام میں جابجا نظر آتا ہے۔وہ مطربانِ خوش نوا کا تذکرہ کرتے ہوئے اس کی قدرومنزلت کو پیش کرتے ہیں۔اختر اپنی نظم ''مطربہ'' میں ایک خوش گلو مغنیہ کی مدح سرائی کرتے ہیں کہ کس طرح مطربہ خوش نوا سامعین کو محظوظ کرتی ہے۔نظم ملاحظہ ہو:

یہ ترے نغمہ ہائے خواب آگیں
کیا کہوں اے نگاہِ زہرہ جبیں
جیسے شبنم سے رات ڈھلتی ہے
جیسے آنکھوں میں نیند گھلتی ہے
جیسے تاروں میں اک تکلم ہے
جیسے سوتے میں اک تبسم ہے
جیسے پچھلے پہر کا دورِ جاں
ساقیہ کا تھکا ہوا سا خرام
جیسے چہرے پہ رنگ سا آجائے
جیسے چھپ کر کہیں کوئی جائے
جیسے آنچل کسی کا ڈھل جائے
جیسے چپکے سے شمع جل جائے

اس پہ بھی نرم و دلنشیں انداز
ہائے اے مطربہ! تری آواز (۲۴)

اختر کی شاعری میں موسیقی کا آہنگ ہے مگر مندرجہ بالا نظم میں مطربہ کی اس قدر خوب صورتی سے تعریف کرنا ان کے کن رس ہونے کی بھی دلیل ہے؛ شاعر آواز کو جسم عطا کرتا ہے اور آواز تجرید سے مجسم ہوتی نظر آتی ہے۔ مطرب کا ذکر نظم ''مسافر'' میں بھی ملتا ہے:

پکارے گی مطرب کی تان تجھ کو
ڈبو دے نہ نغموں کا طوفان تجھ کو
ہو خود ساز و بربط کا ارمان تجھ کو
سمجھ لے یہ زندگی ہے ترانہ
مسافر کہیں راہ مت بھول جانا (۲۵)

جان نثار اختر جو ترقی پسند تحریک اور اشتراکیت کے علمبردار تھے ان کی شاعری میں ان کے نظریات کی جھلک بڑی واضح نظر آتی ہے فیض کی طرح وہ بھی غم جاناں سے غم دوراں کی طرف جا نکلتے ہیں، انسانیت کے دکھ اور ظلمتوں کے سائے ان کو وحشت میں مبتلا کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ وہ زندگی کی رعنائیوں سے کما حقہ مستفید نہیں ہوتے اسی کا اظہار وہ نظم ''ابھی نہیں'' میں کرتے ہیں:

ابھی تو پُرفشاں دلِ بشر میں غم کی آگ ہے
ابھی تو وقت کے لبوں پہ شعلہ بار راگ ہے
نوائے ساز و مطربان خوش گلو ابھی نہیں! (۲۶)

جان نثار اختر کثیر الجہاتی شاعر تھے آپ نے ہر صنف میں کامیاب تجربے کیے۔ فنونِ لطیفہ میں شاعری اور موسیقی کے اٹوٹ انگ کا فن کارانہ اظہار ان کے کلام میں جا بجا نظر آتا ہے۔ اختر چوں کہ فلمی دُنیا سے بھی جُڑے رہے لہٰذا وہ جانتے تھے کہ فلم میں نغمہ و گیت کی اہمیت کس قدر ہوتی ہے۔ اچھی شاعری نغمہ و گیت میں ڈھلتی ہے تو حاضرین و سامعین کو مسحور کر دیتی ہے جس فلم کی موسیقی جس قدر اچھی ہوتی ہے اس کی کامیابی کے اِمکان اس قدر ہی بڑھ جاتے ہیں۔ فطری طبع کے ساتھ ساتھ اپنے کام کے رجحان کی بدولت اختر کی شاعری میں موسیقی، نغمہ و گیت کی اہمیت اور مغنی کی قدر و منزلت کا پختہ شعور نظر آتا ہے۔

حواشی

(۱) ڈاکٹر سلطانہ کشور، جاں نثار اختر: حیات و فن، (بھوپال: اردو اکیڈمی، ۲۰۰۰ء)، ص ۶۶

(۲) ایضاً،ص۸۶
(۳) مبشر علی صدیقی، جاں نثار اختر مشمولہ آج کل، دہلی، شمارہ جولائی ۱۹۵۲ء،ص۸۔۷
(۴) ایضاً،ص۱۳۰
(۵) صفدر حسین، کلیاتِ جاں نثار اختر، (لاہور: الحمد پبلی کیشنز، ۲۰۰۳ء)،ص۲۵
(۶) ایضاً،ص۲۶
(۷) ریختہ ڈکشنری۔www.rekhta.e.books
(۸) صفدر حسین، کلیاتِ جاں نثار اختر،ص۴۱
(۹) ایضاً،ص۴۵
(۱۰) ایضاً،ص۵۷
(۱۱) ایضاً،ص۷۹
(۱۲) ایضاً،ص۸۲
(۱۳) ایضاً،ص۱۵۴
(۱۴) میر تقی میر، کلیاتِ میر، دیوان سوم، (لاہور: مجلسِ ترقیِ ادب، ۲۰۱۱ء)،ص۲۱۳
(۱۵) صفدر حسین، کلیاتِ جاں نثار اختر،ص۲۰۹
(۱۶) ایضاً،ص۲۱۳
(۱۷) ایضاً،ص۲۳۱
(۱۸) ایضاً،ص۲۳۴
(۱۹) ایضاً،ص۲۵۳
(۲۰) ایضاً،ص۲۷۲
(۲۱) ایضاً،ص۲۰۴
(۲۲) ڈاکٹر اسلام عشرت، جانثار اختر: شاعر جدید، (پٹنہ: ناشر ندارد، ۲۰۰۰ء)،ص۴۴
(۲۳) صفدر حسین، کلیاتِ جاں نثار اختر،ص۲۸۰۔۲۷۹
(۲۴) ایضاً،ص۵۰
(۲۵) ایضاً،ص۲۸۳
(۲۶) ایضاً،ص۲۶۹

مآخذ:

(۱) کشور، سلطانہ، ڈاکٹر، جاں نثار اختر: حیات و فن، بھوپال: اردو اکیڈمی، ۲۰۰۰ء
(۵) حسین، صفدر، کلیاتِ جاں نثار اختر، لاہور: الحمد پبلی کیشنز، ۲۰۰۳ء
(۱۴) میر، میر تقی، کلیاتِ میر، دیوان سوم، لاہور: مجلسِ ترقیِ ادب، ۲۰۱۱ء

(۲۲) عشرت، اسلام، ڈاکٹر، جانثار اختر: شاعر جدید، پٹنہ: ناشر ندارد، ۲۰۰۰ء

جرائد واخبارات

(۳) آج کل، دہلی، شمارہ جولائی ۱۹۵۲ء

ویب گاہ

(۱) www.rekhta.e.books